تیئیسواں مسئلہ

صبحِ روشن میں نماز فجر پڑھنے کا استحباب

احادیث نبویہ کی روشنی میں ☆

- آخری شب کی تاریکی جس میں صبح صادق کی روشنی کی جھلک آجائے۔
- یا صبح صادق کی روشنی خوب پھیل جائے اور تیر گرنے کی جگہ نظر آنے لگے۔

ان دو وقتوں میں سے پہلے وقت میں صبح کی نماز پڑھنا امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مستحب ہے اور دوسرا وقت ائمۂ حنفیہ کے نزدیک نماز فجر کے لیے استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔(۱)

ائمہ کرام کے درمیان یہ اختلاف صرف "استحباب" کے بارے میں ہے، ورنہ اس بات پر ان تمام ائمۂ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں اوقات میں نمازِ فجر جائز و صحیح ہے، یوں ہی اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ مُزدلفہ میں حُجاج کو اولِ وقت میں فجر پڑھنی مستحب ہے۔

☆ اس باب کی زیادہ تر احادیث نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ سے ماخوذ ہیں۔ یہ مقالہ شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خاں عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی ۱۹۸۹ء میں تحریر ہوا تھا، کچھ حذف واضافہ کے ساتھ اسی کو شامل کتاب کیا ہے۔ ۱۲ منہ

(۱) ● المنهاج شرح مسلم بن الحجاج، ص: ۲۳۰، ج:۱، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ / باب استحباب التبکیر بالصبح فی اول وقتها وهو التغلیس، مجلس البرکات.
● بدایۃ المجتهد، ص: ۹۷، ج:۱، معرفۃ الاوقات.

واضح ہو کہ صبح کی تاریکی میں نماز پڑھنے کو "تغلیس" اور روشن کر کے نماز پڑھنے کو "اِسْفار" کہتے ہیں۔

دونوں فریق کے ائمہ اپنے اپنے مسلک پر حضور سید عالم ﷺ کی احادیث کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے طور پر عند اللہ اتباعِ حدیث کے اجر کے حق دار ہیں۔ فرقۂ وہابیہ تغلیس میں ہی نماز پڑھنے کا قائل ہے، اس نے مذہب اور دلائل سب ائمۂ ثلاثہ کے اپنائے ہیں اس لیے ہم یہاں چاروں ائمہ کے کچھ دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ فرقۂ اہل حدیث کا عمل بالحدیث عیاں ہو جائے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

(۱) إنّ عائشة زوجَ النبي -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- قالت: لقد كان نساءٌ من المؤمنات يشهدن الفجر مع رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- متلفِّعات بمروطهن ثم ينقلبن إلى بيوتهن وَما يعرفن من تغليس رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- بالصَّلوٰة.[1]

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدّیقہ نے فرمایا کہ کچھ مومنہ عورتیں نماز فجر میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں، اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی، پھر وہ اپنے گھروں کو اس حالت میں واپس جاتیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اندھیرے میں نماز پڑھا دینے کی وجہ سے پہچان میں نہیں آتی تھیں۔

اس سے بظاہر یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز تاریکی میں پڑھتے تھے جو تغلیس کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

---

(۱) ● الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۳۰، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / باب استحباب التبكير بالصبح في أولِ وقتها وهو التغليس، مجلس البركات.
● صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۸۲، كتاب الصلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات.
● سنن أبي داؤد، ص: ۷۱، كتاب الصلاة/ باب في وقت الصبح، رقم الحديث: ۴۲۳.
● سنن ابن ماجه، ص: ۸۲، كتاب الصلاة/ باب وقت صلاة الفجر، رقم الحديث: ۶۶۹.

مذہب حنفی حقائق کے اجالے میں

مگر ائمہ حنیفہ نے مختلف گوشوں سے اس **حدیث کا جائزہ** لے کر یہ عیاں کیا ہے کہ اس سے تغلیس کی افضلیت کا ثبوت نہیں فراہم ہوتا، ہم یہاں وہ جائزے ذکر کرتے ہیں:

(الف) اُن دنوں مسجد نبوی میں چراغ نہیں ہوتا تھا اور عمارتوں میں اِسفار کے وقت تک تاریکی برقرار رہتی تھی اس وجہ سے جب عورت سر ڈھک کر چادر میں ملبوس رہتی تو پہچانی نہیں جاتی تھی۔ بنایہ۔[۱]

امام ابن الہمام کمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"راجح یہ ہے کہ یہاں تغلیس سے اندرون مسجد کی تاریکی مراد ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مسجد کے حدود میں تھا اور مسجد کی چھت نیچی تھی، ہم آج بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ صحنِ مسجد میں صبح کی روشنی- جسے "اِسفار" کہتے ہیں- پھیل چکی ہوتی ہے اور مسجد نبوی کے اندرونی حصے میں تاریکی برقرار رہتی ہے۔

یہاں مردوں، خصوصًا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دینا واجب ہے، اس لیے کہ مردوں پر نماز جماعت کا حال زیادہ واضح وعیاں ہوتا ہے۔[۲]

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے سوا گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے صبح روشن میں نماز فجر پڑھنے اور اس کا حکم دینے کے بارے میں صریح احادیث نقل فرمائی ہیں اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاریکی میں فجر پڑھنا بیان فرماتی ہیں تو دونوں طرح کی احادیث میں جمع وتطبیق کے لیے یہ تشریح ضروری ہے جو واقعہ کے مطابق ہے جس سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ نماز تو واقع میں صبح روشن میں پڑھی جاتی تھی، مگر مسجد کی اندرونی تاریکی کی وجہ سے اس کی تعبیر تغلیس سے کی گئی۔

(ب) حق یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے تغلیس بھی ثابت ہے اور اِسفار بھی۔ البتہ تغلیس کی

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۲، ص:۴۳، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دار الفكر.

(۲) فتح القدير للعاجز الفقير، ج:۱، ص:۱۹۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصلٌ في استحباب التعجيل، دار إحياء التراث، بيروت.

حدیثیں فعلی ہیں، اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم نہیں پایا جاتا، جب کہ اسفار کے بارے میں سرکار کا صریح حکم موجود ہے جو کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور حکم پر عمل فعل کی بہ نسبت اولیٰ و راجح ہوتا ہے؛ کیوں کہ فعل میں احتمالاتِ کثیرہ کی گنجائش ہوتی ہے اور حکم سے مقصود تشریع ہوتا ہے تو کم از کم وہ ندب پر تو محمول ہوگا۔[۱]

(ج) سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ عمل بھی ابتداے اسلام کا ہے جب عورتوں کو حاضریِ جماعت کی تاکید تھی، بعد میں جب آیت کریمہ: "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ"[۲] نازل ہوئی اور عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دے دیا گیا تو یہ تاکید منسوخ ہوگئی، پھر تغلیس کی حاجت نہ رہی۔[۳]

(د) واقعہ یہ ہے کہ مذہبِ حنفی میں عورتوں کے لیے تغلیس افضل ہے اور مردوں کے لیے اِسفار۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

وفي المبتغىٰ: الأفضل لِلمرأةِ في الفجر الغلسُ وفي غيرها الانتظارُ إلى فراغ الرّجال عن الجماعة، انتهى ما في البحر.

وفي الدّر المختار: والمُستحبُّ للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختمُ به . . . إلّا لحاج بمزدلفة، فالتغليس أفضلُ كمرأة مطلقا. اھ[٤]

(ترجمہ: مبتغیٰ میں ہے کہ عورت کے لیے فجر میں افضل تغلیس ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھ لے اور دوسری نمازوں میں افضل یہ ہے کہ مردوں کے جماعت سے فارغ ہونے کے بعد پڑھے۔

بحر الرائق اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز صبحِ روشن میں شروع کرے اور صبح روشن میں ہی ختم کرے، ہاں مزدلفہ میں حاجی کے لیے اندھیرے میں فجر پڑھ لینا افضل ہے جیسا کہ عورت کے لیے مطلقاً اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ نے عورتوں کی رعایت میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی، پھر جب اللہ عزوجل نے انھیں گھروں میں رہنے کا حکم جاری فرمادیا تو حضور نے اسفار کی

---

(١) البناية في شرح الهداية، ج:٢،ص:٤٠، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دارُ الفكر.
(٢) القرآن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الأية: ٣٣.
(٣) البناية في شرح الهداية، ج:٢،ص:٤٣، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دار الفكر.
(٤) الفتاوى الرضوية، ج:٢،ص: ٣٦٦، كتاب الصلاة / باب الأوقات، رضا اكاديمى، ممبائى.

ہدایت فرمادی۔

(۲) عن سَيّار بن سَلامة، قال: دَخَلتُ أنا وأبي على أبي برزة الأسلمي، فَقال لَهُ أبي: كيفَ كانَ رسولُ الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– يصلّي المكتوبة؟ فقال: . . . وَكانَ ينفتِل مِنْ صَلاَة الغدَاة حين يَعرفُ الرّجل جَلِيسَه، وَ يقرأ بالسّتّين إلى المائة.[۱]

ترجمہ: سیار بن سلامہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد سلامہ حضرت ابوبرزہ اسلمی کے پاس گئے تو میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کس وقت پڑھتے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ... رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوتے تھے کہ کوئی نمازی اپنے بغل والے سے واقف ہوتا تو اسے پہچان لیتا۔ اور حضور نماز میں ساٹھ سے سو آیت تک تلاوت فرماتے تھے۔

یہ حدیث یا تو بیان جواز پر محمول ہے، یا لمبی قراءت کے لیے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسا کیا، چناں چہ امام ابن الہمام لکھتے ہیں:

وعن الطحاوي: مَن كانَ مِن عزمه التّطو يل بدأ بغلس ومَن لا أسفر.[۲]

ترجمہ: امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جس کا ارادہ فجر میں لمبی قراءت کا ہو تو وہ نماز تاریکی میں شروع کرے۔ اور جس کا ارادہ لمبی قراءت کا نہ ہو وہ روشن کر کے پڑھے۔

(۳) عن أنس أنّ زيد بن ثابت حدّثه أنهم تسحَّرُوا مع النبي –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– ثم قاموا إلى الصلوٰة. قلتُ: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين أوستين يعنى آية.[۳]

---

(۱) • صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۷۹، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت المغرب، مجلس البركات، مبارك فور.
• الصحيح لمسلم،ج:۱، ص:۲۳۰، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / بابُ استحباب التبكير بالصبح في أولِ وقتها وهو التغليس، مجلس البركات.

(۲) فتح القدير للعاجز الفقير، ج:۱،ص:۱۹۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصل في استحباب التعجيل، دار إحياء التراث، بيروت.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۱، كتاب مواقيت الصّلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ زید بن ثابت نے ان سے یہ بیان کیا کہ ان لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر وہ لوگ نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہوئے، میں نے پوچھا کہ دونوں کے مابین وقفہ کی کیا مقدار تھی؟ فرمایا: پچاس، یا ساٹھ آیت کی مقدار۔

(٤) عن سليمان بن أبي حازم أنه سمع سهل بن سعد يقول: كنتُ أتَسَحَّرُ في أهلي ثم تكون سرعةً بي أن أدرك صلوٰة الفجر مع رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-.[1]

ترجمہ: سلیمان بن ابی حازم سے روایت ہے، انھوں نے سَہل بن سعد سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں اپنے بچوں کے ساتھ سحری کھاتا، پھر مجھے اس بات کی جلدی ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر پالوں۔

ماہ رمضان میں اول وقت میں نمازِ فجر پڑھنے کی وجہ:

ان روایتوں سے محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان مقدس کے مہینے میں سحری کھانے کے بعد پچاس یا ساٹھ آیتوں کے پڑھنے کی مقدار ٹھہر کر نماز شروع ہوجاتی تھی، ہوسکتا ہے کہ رمضان مقدس کے مہینے میں کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر نماز میں جلدی کی گئی ہو، اس سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ استحباب کا درجہ یہی ہے، ممکن ہے یہ رمضان شریف میں خلاف معمول بیدار رہنے کی وجہ سے ہو۔ اِسفار کی حکمت تکثیرِ جماعت ہے اور رمضان شریف میں یہ تکثیر جماعت اول وقت میں پڑھنے پر ہوتی ہے اس لیے عامۂ بلاد میں حنفیوں کا معمول یہی ہے کہ رمضان شریف میں فجر اول وقت میں پڑھتے ہیں۔

(٥) عن أبي مسعود الأنصاري، أن رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- صلّى ... صلاة الصبح مرة بغلَس ثم صَلّى مرة أخرىٰ فأسْفَرَ بها ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتّٰى مات، لم يعد إلى أن يُسفر.[2]

---

(١) صحيح البخاري، ص:٨٢، ج:١، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ● سُنن أبي داؤد، ص:٦٨، كتاب الصلاة / باب في المواقيت، رقم الحديث: ٣٩٤.

● نصب الراية، ص:٢٣٤، ج:١، الحديث التاسع من كتاب الصلاة، باب المواقيت ● و ج:١، ص:٢٤٢، من أحاديث الخصوم.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار تاریکی میں صبح کی نماز ادا کی پھر دوسری دفعہ پڑھی، تو خوب روشن کر کے نماز پڑھی پھر اس کے بعد حضور ﷺ اندھیرے میں نماز پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور دوبارہ اِسفار نہیں کیا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان فجر کے آخری وقت سے متعلق ہے جو آخرِ وقتِ اسفار ہے، حضور سید عالم ﷺ نے ایک روز حضرت جبریل امین کے ساتھ اور ایک روز ایک صحابی کے استفسار پر نمازوں کا اول وقت اور آخر وقت بتانے کے لیے ایک روز کی نمازیں اول وقت میں اور دوسرے روز کی آخر وقت میں پڑھیں، تو فجر کی نماز بھی آخر وقت میں ادا کی۔

ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتَّى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ.(۱)

ترجمہ: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دوسرے روز فجر میں دیر کی اور ایسے وقت نماز سے فارغ ہوئے کہ کوئی کہتا کہ سورج طلوع ہوگیا یا طلوع ہونے کے قریب ہے۔

اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آخری وقتِ فجر۔ جو آخری وقتِ اسفار ہے۔ میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دوبار نماز فجر پڑھی، ظاہر یہ ہے کہ یہ صحابیِ رسول صرف ایک واقعہ کے وقت حاضر تھے اسی لیے انھوں نے ایک بار کا ذکر فرمایا ہے، ورنہ ایسا دوبار ہوا ہے۔

یہاں سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس حدیث میں مطلقاً اسفار میں نماز پڑھانے کی نفی نہیں کی گئی ہے، بلکہ آخری وقتِ اسفار میں ایک بار سے زیادہ نماز پڑھانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ ہمارے خلاف نہیں، کیوں کہ ہمارے ائمہ اس بات کے قائل نہیں کہ اسفار اس حد تک کیا جائے کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہوجائے، بیان جواز یا بیان وقت مقصود ہو، یا کوئی عذر ہو تو الگ بات ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہوجائے بالاجماع مکروہ ہے... في محيط رضي الدين وغيرها، لا يؤخرها تأخيرا يقع الشك في طلوع الشمس، اھ (۲)

ہمارا مذہب یہ ہے کہ پورے وقت فجر کے دو حصے کیے جائیں تو نصفِ آخر اسفار ہے جو فجر کا وقت

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۲۳، كتاب المساجد ومواضع الصلاة/ باب أوقاتِ الصلوات الخمس، مجلس البرکات۔

(۲) الفتاوى الرضوية، ج:۲، ص:۳٦٦، كتاب الصلاة / باب الأوقات، رضا اکادیمی، مومبائی۔

مستحب ہے، مثلاً فرض کیجیے کہ کُل وقت فجر ایک گھنٹہ، بیس منٹ ہے یعنی اسّی منٹ، تو اخیر کا چالیس منٹ وقتِ اِسفار ہے، جس میں نماز فجر ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

بحر الرائق میں "السراج الوہاج" سے ہے:

حَدُّ الإسفار أن يُصلّي في النّصف الثاني.[۱]

ترجمہ: "اسفار" کی حد یہ ہے کہ فجر کے نصف آخر میں نماز پڑھے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"بدائع وسراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کیے جائیں۔ حصہ اول تغلیس اور (حصہ آخر اِسفار ہے۔"[۲]

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا عام معمول اسی وقت میں نماز کا تھا مگر حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کے خلاف اخیر وقت میں پڑھتے دیکھا تو یہ بیان دیا کہ ایک دفعہ فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھی، پھر تغلیس میں پڑھتے رہے اور دوبارہ خوب روشن نہ کیا، یعنی وقت اُخر میں نہ پڑھی۔

واضح ہو کہ ہمارے یہاں اِسفار کے آغاز کی جو حد بتائی گئی ہے اس وقت بھی آخر شب کی کچھ تاریکی باقی رہتی ہے ایسے وقتِ اسفار میں حضرت ابو مسعود نے نماز پڑھنے کی نفی نہیں کی ہے۔

---

(۱) البحر الرائق، ج:۱، ص: ۴۲۹، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

یہ اِسفار کی بہت آسان تشریح ہے، اسی کے قریب کفایہ شرح ہدایہ کی یہ تشریح بھی ہے:

ثمّ حدُّ "الإسفار" ما قال شمس الأئمة الحلواني -رحمه الله تعالى- والقاضي الإمام أبو علي النسفي -رحمه الله-: وهو أن يَّبدأ بالصلاة بعد انتشار البياض في وقتٍ لو صلّى الفجر بقراءة مسنونة ما بين أربعين آية إلى ستين آية، أو أكثر، وترتّل القراءة، فإذا فرغ مِنَ الصلاة، لو ظهر له سهوٌ في طهارته يُمكنُه أن يتوضّأ ويُعيد الصلاة قبل طلوع الشمس كما فعل أبو بكر وعمر -رضي الله تعالى عنهما-، كذا في فتاوى قاضي خان -رحمه الله تعالى-. (الكفاية، المطبوعة مع فتح القدير، ج:۱،ص: ۱۹۸، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصل: يستحب الإسفار بالفجر، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۲،ص: ۳۶۵، کتاب الصلاۃ / باب الأوقات، رضا اکادیمی، ممبائی.

حنفیہ کے دلائل

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: حَجَّ عَبْدُ اللهِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ . . . فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- كَانَ لاَ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ هَذِهِ الصَّلاَةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ . قَالَ عَبْدُ اللهِ : هُمَا صَلاَتَانِ تُحَوَّلاَنِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلاَةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ . وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ.

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- يَفْعَلُهُ.[1]

ترجمہ: عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا، پھر ہم لوگ اذانِ عشا کے وقت مُزدلفہ آئے... جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت نماز فجر نہیں پڑھتے تھے مگر آج کے دن، خاص اس مقام (مزدلفہ) میں اس وقت میں نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں اپنے وقت سے ٹال دی گئی ہیں **ایک** تو نماز مغرب لوگوں کے مُزدلفہ آنے کے بعد (عشا کے وقت میں ادا کی جاتی ہے) اور **دوسری** نماز فجر، جس وقت فجر طلوع ہو۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول وقت میں فجر کی نماز ادا کرنا یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کے خلاف تھا کیوں کہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے ان کے حاضر باش صحابی و خادم خاص حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

یہ نعلین شریفین اور وضو کا برتن اور مسند و مسواک اپنے پاس رکھتے تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : . . . قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ .[2]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۲۷، كتاب الحج/ باب من أذّن و أقام لكل واحدة منهما، مجلس البركات.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۵۲۹، كتاب المناقب/ باب مناقب عمار وحزيفة، مجلس البركات، مبارك فور.

اسی لیے ان کو "صاحبُ النَّعلین والوسادۃ" کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمسّکوا بعهد ابن أمّ عبد. وفي روايةٍ عَن حُذَيفةَ: مَا حَدَّثكُمْ ابنُ مسعودٍ فَصَدِّقُوْهُ.(۱)

ترجمہ: ابنِ اُمِّ عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کے قول معہود پر مضبوطی سے عمل کرو۔
اور حُذیفہ کی روایت میں اس کے بجائے یہ ہے کہ:
ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

(۲)عن رافع بن خديج قال: سمعتُ رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أسفِروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.(۲)

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نماز فجر

---

(۱) المستدرك على الصحيحين مع التلخيص للذهبي، ج:۳،ص:۷۵، كتاب معرفة الصحابة/ أحاديث فضائل الشيخين،
حذيفة بن اليمان -رضی الله تعالى عنهما- قال: سمعت رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- . . . تمسكوا بعهد ابن أم عبد. وفي روايةٍ عن حذيفة -رضى الله تعالى عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ... إذاحدثكم ابن أم مكتوم فصدّقوه.
وفي مصنف ابن أبي شيبة، ج:۱٤، ص: ٥٦٩، كتاب المغازي / ما جاء في خلافة أبي بكر عند حذيفة، قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ما حدثكم ابن مسعود من شيء فصدِقوه.

(۲) ● جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۲، أبواب الصلاة / باب ما جاء في الإسفار بالفجر.
● سنن أبي داود، ص: ۷۱، كتاب الصلاة / بابٌ في وقت الصبح، رقم الحديث: ٤٢٤.
● سنن النسائي، ص: ۷٥، كتاب المواقيت / باب الإسفار، رقم الحديث: ٥٤٨، ٥٤٩.
● سنن ابن ماجه، ص: ۸۲، كتاب الصلاة / باب وقت صلاة الفجر، رقم الحديث: ٦٧٢.
● صحيح ابن حبان، ج:٤، ص: ۳٥٥-۳٥۸، كتاب الصلاة / زعم أن الإسفار بالفجر أفضل من التغليس-
● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ۲٤۹-۲٥۰، محمود بن لبيد الأنصارى عن رافع بن خديج، رقم الحديث: ٤۲۸۳، ٤۲۸٤، ٤۲۸٥، ٤۲۸٦، ٤۲۸۷.
● نصب الراية،ج:۱، ص:۲۳٥، كتاب الصلاة / باب المواقيت.

خوب روشن کر کے پڑھو۔ کیوں کہ یہ زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔"

اور محدث ابن حبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"فکُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُوْرِكُمْ"۔

اور طبرانی کے الفاظ ہیں:

كُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ.

ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ "جس قدر روشن کر کے صبح کی نماز پڑھو گے ثواب زیادہ پاؤ گے"۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ۔[1] یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) حدّثنا هرير بن عبد الرحمٰن بن رافع بن خديج، يقول: سمعتُ جدّي رافعَ بن خديج يقول: قال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- لبلال: يابلال "نَوِّرِ بصلاةِ الصبح حتىٰ يُبصِر القومُ مواقِعَ نبلهم من الإسفار."[2]

ترجمہ: رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو یہ حکم دیا کہ اے بلال نماز صبح میں اجالا کر لیا کرو، یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیں۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے، البتہ ابوداؤد طیالسی نے براہِ راست اسماعیل بن ابراہیم مدنی سے روایت کیا ہے، پھر انھوں نے ہریر بن عبد الرحمن بن رافع سے اور انھوں نے اپنے دادا رافع بن خدیج سے۔ لیکن محدث طیالسی کے علاوہ دوسرے محدثین نے ابونعیم فضل بن دکین کے واسطہ سے اسماعیل بن ابراہیم سے اسی سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۲، أبوابُ الصّلاة / بابُ ما جاء في الإسفار بالفجر.

(۲) ● مسند ابن أبي شيبة، ج:۱، ص: ۷۸، ما رواه رافع ابن خديج، ملتقى أهل الأثر.

● مسند أبي داؤد الطيالسي، ج:۲، ص: ۲٦٦، رافع بن خديج/ رقم الحديث: ۱۰۰۳.

● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ۲۷۷، هُرير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج، عن جده رافع، رقم الحديث: ٤٤١٤، ٤٤١٥.

(۳) نصبُ الرّاية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص:۲۳۸.

(۴) حَدّثنا موسی بنُ هارون، حدّثنا محمّدُ بنُ عبد الأعلی، حدّثنا المعتمرُ سمعتُ بیانا أبا سعید، قال: سمعتُ أنسا یقول: کان رسول الله -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- یُصلّي الصبح حین یفسح البصر.[۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت نماز فجر پڑھتے تھے جب دور سے چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب فجر خوب روشن ہو جاتی)۔

اس حدیث کو امام ابو محمد قاسم بن ثابت سرقسطی نے "کتاب غریب الحدیث" میں یوں روایت کیا ہے کہ:

"ہم سے موسیٰ بن ہارون نے، ان سے محمد بن عبد الاعلیٰ نے اور ان سے معتمر نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے "بیان ابو سعید" کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت انس سے یہ حدیث سنی ہے۔"

ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جو حضرت رافع بن خدیج کی پہلی حدیث کے ہم معنی ہیں اور ان ساری حدیثوں کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا کہ

"نماز فجر خوب اجالے میں پڑھو ثواب زیادہ پاؤ گے"

البتہ ان کے الفاظ میں تھوڑا بہت فرق ضرور ہے ان حدیثوں کو امام بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری اور بنایہ شرح ہدایہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدیثِ اِسفار روایت کرنے والے صحابۂ کرام:

ہم یہاں محض ان حضرات صحابۂ فخام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسماے طیبہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان ارشادات کریمہ کو روایت کیا ہے ان کے اسما یہ ہیں:

(۱) حضرت ابو ہُریرہ (۲) حضرت ابو بَرزَہ (۳) حضرت محمد بن اسد (۴) حضرت قتادہ بن نعمان (۵) حضرت ابو الدردا (۶) حضرت رافع بن خدیج (۷) رجال من الأنصار من أصحابِ النبي -صلی الله تعالی علیه وسلَّمَ- أخرج حدیثهم الطّحاوي والنسائي (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود (۹) حضرت حوّا انصاریہ (۱۰) حضرت مرّہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

---

(۱) نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ج:۱، ص:۲۳۹، کتاب الصلاة / باب المواقیت / الحدیث الثاني عشر، المجلس العلمي، عن کتاب غریب الحدیث.

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان صحابہ کی حدیثیں بنایہ شرح ہدایہ[۱] میں جمع فرمائی ہیں اور امام فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سوا کچھ اور صحابہ کی بھی حدیثیں بیان کی ہیں۔

(۱۱) حضرت بلال (۱۲) حضرت انس (۱۳) حضرت عبد اللہ بن عباس (۱۴) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہم۔[۲]

ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وغیرہم سب نے اپنے مذہب کے ثبوت کے لیے بلاشبہہ کچھ ضعیف اور کچھ صحیح حدیثیں پیش کی ہیں، اگر ہم ضعیف حدیثوں کو ان کی مجموعی صحت کے باوجود ساقط الاعتبار قرار دیں تو بھی دونوں طرف کی صحیح حدیثیں متعارض ہیں اور اس تعارض کے دفع کرنے کے لیے فریقین کے علما ومحدثین نے بہت کچھ دادِ تحقیق دی ہے۔

سب سے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ غَلس کی تمام حدیثوں پر مجموعی طور سے نظر ڈالنے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تاریکی میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور ان تمام حدیثوں میں حضور کی طرف سے کوئی حکم نہیں پایا جاتا۔

● جب کہ صبحِ روشن میں نماز ادا کرنے کے لیے سرکار کا حکم موجود ہے اور حکم کو فعل پر ترجیح حاصل ہے۔

● یا حضور نے جماعت میں شریک ہونے والی عورتوں کی رعایت فرمائی کہ انھیں نماز سے فارغ ہو کر قدرے تاریکی میں واپسی میسّر ہو جائے۔

● یا لمبی قراءت کے لیے ایسا کیا۔

● یا تاریکی سے مراد اندرونِ مسجد کی تاریکی ہے جو چراغ نہ ہونے اور چھت نیچی ہونے کے باعث محسوس کی جاتی تھی۔

اور ائمہ حنفیہ کی یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ ان کی تائید میں جو حدیثیں وارد ہیں ان میں

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۲،ص: ۳۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت/ فصل: يستحب الإسفار بالفجر، دار الفكر.

(۲) نصب الراية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص:۲۳۵ تا ۲۴۲ .

رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود ہے، ساتھ ہی ان میں زیادہ ثواب کی بشارت بھی ہے۔ اور اس حکم و بشارت کا درجہ کم از کم استحباب کا ہونا چاہیے، اور عقل کا بھی یہی تقاضا معلوم ہوتا ہے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حکمتِ فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اِسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب ہے اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ ہیں۔ اسی لیے امام کو تخفیفِ صلات اور کبیر و ضعیف و مریض و حاجت مند کی مراعات کا حکم فرمایا۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قراءت طویل کی، لوگ شاکی ہوئے ارشاد ہوا: "یامعاذ! أ فتّانٌ أنت، یامعاذ! أ فتّانٌ أنت، یامعاذ! أ فتّانٌ أنت؟ قَالَهُ ثَلٰثًا". (۱)

(**ترجمہ:** اے معاذ! کیا فتنہ انگیزی کرتے ہو، اے معاذ! کیا نفرت دلاتے ہو، اے معاذ! کیا جماعت سے دور کرتے ہو؟)

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم بھی کر لی جائے تاہم "دفعِ مفاسد" (۲) جلبِ مصالح سے اہم و اقدم ہے، آخر نہ دیکھا کہ تطویلِ قراءت پر عتاب ہوا، حالاں کہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ ساتھ ہی نماز فجر کے بعد اِشراق تک ذکر الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اِسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار ہے۔ (۳)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فجر کی نماز صبحِ روشن میں پڑھتے تھے، اور یہ ان کا عام معمول تھا۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۹۷، كتاب الأذان / باب مَن شَكا إمامَهُ إذا طَوَّلَ، مجلس البركات.

(۲) "دفعِ مفاسد" اندھیرے میں فجر کی جماعت قائم ہو تو کم لوگ شریک ہو سکیں گے، یہ تقلیل جماعت ہے۔ اور شریک ہونے والے بہت سے لوگ مشقت میں مبتلا ہوں گے یہ دونوں شرعاً مکروہ و ناپسند ہیں اس لیے تغلیس سے احتراز اولیٰ ہے، اس کو دفعِ مفاسد سے شمار فرمایا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا فعل بیانِ جواز اور دوسری خوبیوں پر محمول ہے، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ ۱۲ محمد فضل الرحمن برکاتی۔

(۳) الفتاوىٰ الرضوية، ص: ٤٤٠، ج: ۲، كتاب الصلاة / باب الأوقات، سنبهل ● أيضاً: ص: ۳٦٥، ج: ۲، رضا أكاديمي، مومبائي.

أخرج الطّحاوي في "شرح الآثار" بسندٍ صحيحٍ عن إبراهيم النَّخعي، قال: ما اجتمع أصحابُ رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- على شيء ما اجتمعوا على التنوير.(۱)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کسی بات پر یوں متفق نہیں ہوئے جتنا نماز فجر کو اجالا کر کے پڑھنے پر متفق ہوئے۔

یہ حدیث امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شرح معانی الآثار" میں بسند صحیح تخریج فرمائی۔

ہماری اس بحث سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے سارے پیروکار خصوصًا حنفیہ عامل بالحدیث ہیں اب اگر کوئی اس سچائی کا انکار کرے تو وہ سلف صالحین کے نقش قدم کی پیروی سے دور ہے۔

(۱) ● شرح معاني الآثار، ص:۱۳٦، ج:۱، باب الوقت الذى يصلّى فيه الفجر أيّ وقت هو.
● و نصب الراية، ج:۱، ص:۲۳۷، ۲۳۸، كتاب الصّلاة/ باب المواقيت، عن القعبنى، ص:۱۰۹.